تحریر: ڈاکٹر محمود الحسن عارف

عالم اسلام کی نابغہ روزگار شخصیت، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

(اپنی شخصیت اور کارناموں کے تناظر میں)

عین اس وقت جب مسلمان بائیسویں شب مبارک کو نماز تراویح ادا کرنے میں مصروف تھے اور مغربی دنیا نئی صدی کے طلوع ہونے کا شدت سے انتظار کر رہی تھی، عالم اسلام کو ایک صدی تک اپنی تحریروں اور اپنی تقریروں کے ذریعے روشنی دینے والا، ایک اور سورج ڈوب گیا...... یہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تھے جو اسی شب عالم فانی کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ خبر، عالم اسلام کو افسردہ کر گئی، اور بہت سی آنکھوں کو شبنم کے قطروں کا تحفہ دے گئی، اس خبر نے قلم کی طاقت چھین لی، الفاظ کی تاثیر ماند کر دی، اور عالم اسلام کو بجھتے ہوئے چراغوں کی لو مزید کم کر دی۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کو بہت سی سعادتیں ورثے میں ملیں اور بہت سی سعادتیں انہوں نے اپنی محنت اور اپنی غیر معمولی لیاقت سے حاصل کیں.......... آپ کو قدرت نے جس غیر معمولی خاندان میں پیدا کیا اس خاندان میں علم کئی پشتوں سے متعارف تھا۔ آپ خاندانی اعتبار سے حسنی اور حسینی سید تھے، مولانا کے دادا مولانا حکیم فخر الدین خیالی، فارس کے معروف مصنف اور شریعت وطریقت کے جامع بزرگ تھے مولانا کے والد محترم حکیم سید عبدالحئی، اسلامی ھند کے وسیع النظر محتاط اور سنجیدہ بیان مصنف تھے ...... انہوں نے عربی میں 'الھندی فی العبد الاسلامی' اور نزھۃ الخواطر (۸ جلدیں) جیسی کتابیں اور اردو میں گل رعنا اور تاریخ گجرات جیسی تصانیف مرتب اور مدون فرمائیں ...... مولانا کی والدہ ماجدہ خیر النساء قرآن مجید کی حافظہ، امور خانہ داری میں طاق، اور اردو زبان وادب میں موزوں طبیعت رکھنے والی خاتون تھیں۔ بہتر تخلص کے ساتھ، مناجات اور دعائیں پر مشتمل عمدہ شاعری کرتی تھیں، مولانا انکے اکلوتے بیٹے تھے۔ انکی دو بہنیں بھی صاحب علم وفضل خواتین تھیں۔ ان میں سے ایک نے جن کا نام لمۃ اللہ

تسنیم تھا ریاض الصالحین (عربی) کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اور بچپن کی قصص الانبیا تالیف کی دوسری ہمشیرہ کی تمام اولاد علم و فضل میں عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔

مولانا نے اس خاندان میں ۱۳۳۳ھ / 1914ء کو آنکھ کھولی۔ نو برس کی عمر میں والدہ کی شفقت سے محروم ہو گئے ، اسی طرح تربیت کی ذمہ داری والدہ کے علاوہ مولانا کے چچا ڈاکٹر (ایم بی بی ایس) سید عبدالعلی کے کندھوں پر آن پڑی جو انہوں نے بڑی ذمہ داری کیساتھ سرانجام دی۔

مولانا کو قدرت نے بڑا نکتہ رس ذہن عطا فرمایا تھا اسکے ساتھ ساتھ انہیں جن بزرگوں کی شفقت ملی اس سے معاملہ سونے پر سہاگے کا ہو گیا۔ مولانا نے قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کتب اپنے مسکن رائے بریلی میں اپنے خاندان کے بزرگوں سے پڑھیں۔ صرف و نحو اور ادب و درسیات کو شیخ خلیل بن محمد الیمنی سے سیکھا۔ جو 'شیخ عرب' کہلاتے تھے۔ شیخ، مولانا کو پڑھاتے وقت عربی میں گفتگو کرتے اس طرح مولانا کو ابتدائی عمر سے ہی عربی زبان میں گفتگو کرنے اور عربی بولنے کی تربیت حاصل ہو گئی جو تمام عمر انکی شخصیت کا ایک امتیازی وصف رہی مولانا نے اپنا یہ تجربہ ہند میں دارالعلوم ندوۃ العلما کے تعلیمی نصاب میں بھی دہرایا اور اسکے نتائج بہت حوصلہ افزاء رہے۔

کم عمری میں مولانا نے لکھنو سے 'فاضل ادب' کا امتحان دیا جس میں دوسری مرتبہ کوشش کے بعد ۱۹۲۹ء میں کامیابی حاصل کی...... ۱۹۳۰ء میں اسی جامعہ سے 'فاضل حدیث' کا امتحان دیا، مولانا نے دینیات کی تعلیم مولانا شبلی جیراج پوری اور حدیث کی مولانا حیدر حسن خان سے حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند چلے گئے جہاں انہوں نے مولانا حسین احمد مدنی کے درس حدیث میں شرکت کی...... واپسی پر ندوۃ آکر علامہ شیخ محمد تقی الدین ہلالی المراکشی سے ادب عربی میں اعلیٰ کتب پڑھیں۔ اور تربیت حاصل کی اس طرح ابتدائی عمر میں شیخ عرب سے اور منتہی درجہ میں شیخ المراکشی سے تعلیم و تربیت کی بدولت مولانا عربی زبان و ادب میں طاق ہو گئے۔

اس زمانے میں لاہور میں مولانا احمد علی کے درس قرآن کی بڑی شہرت تھی چنانچہ مولانا ان سے تدبر اور اسرار شریعت کا علم سیکھنے کیلئے لاہور تشریف لائے اور ۱۹۳۳ء میں تفسیر قرآن کا امتحان امتیاز سے پاس کیا اور مولانا لاہوری سے شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ البالغۃ سبقاً پڑھی...... اسی

زمانے میں مولانا غلام محمد دین پوری سے بیعت کی اور خلافت حاصل کی اس طرح مولانا کی تعلیم و تربیت میں بیک وقت علوم ظاہرۃ کیساتھ ساتھ باطنی تعلیم و تربیت کا پہلو بھی پیش نظر رکھا گیا اسی لئے مولانا کی ذات مجمع البحرین گئیں اور جب آپ میدان عمل میں اترے تو اس وقت...... وہ پوری طرح زیور تعلیم سے آراستہ تھے۔

میدان عمل میں مولانا نے اپنی عملی زندگی کی ابتداء تحریر نگاری سے کی اور اسکے لئے پیشہ صحافت کا انتخاب فرمایا، چنانچہ انہوں نے لاہور سے واپسی کے بعد مولانا مسعود عالم ندوی کے ساتھ مل کر عربی ماہنامہ 'الضیاء' کی ادارت میں شرکت کی...... مولانا نے الضیاء کے لئے جو مضامین لکھے وہ قارئین میں بے حد مقبول ہوئے اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے...... اسی دور میں مولانا نے سید احمد شہید کی حیات پر عربی میں مقالہ لکھ کر مصر بھیجا جو سیرت احمد بن عرفان کے نام مدیر الفتح محب الدین کے توسط سے شائع ہوا۔ یہ مولانا کی پہلی عربی کاوش تھی جس کی طباعت عربی ثقافت کے مرکز، مصر سے عمل میں آئی۔ ۱۹۳۴ء میں مولانا مسعود عالم ندوی کے انتقال پر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مسند علم خالی ہوئی تو اس پر مولانا کا انتخاب عمل میں آیا چنانچہ انہوں نے طویل عرصے تک تفسیر، حدیث اور ادب کے اسباق کی تدریس فرمائی...... اسی زمانے میں طالب علمی کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۴۱ء میں تبلیغی جماعت کے بانی و موسس مولانا محمد الیاس صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور ان سے یہ روحانی تعلق عمر بھر قائم رہا...... اسی دوران میں مولانا عبدالستار رائے پوری سے نیاز مندی کا تعلق قائم ہوا...... اور چاروں سلاسل طریقت میں تربیت مکمل کرنے کے بعد اجازت و خلافت سے فیض یاب ہوئے انکے علاوہ مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا اشرف علی تھانوی سے بھی استفادہ کیا۔

ان بزرگوں سے تعلق، مولانا کی تحریروں پر ایک نقش جاوداں کی طرح نظر آتا ہے۔

سوانح نگاری مولانا کا پسندیدہ ترین موضوع تھا انہوں نے سید العرب والعجم، ﷺ کی سیرت طیبہ سمیت اپنے بہت سے بزرگوں، اساتذہ اور مشائخ کی سوانح پر قلم اٹھایا ہے۔ لیکن اپنی سوانح نگاری میں کبھی بھی خود کو نمایاں نہیں کرتے۔ وہ الفاظ کے پردے میں اس طرح پوشیدہ رہتے ہیں جس

طرح خوشبو پھول کی پتیوں میں مخفی ہوتی ہے۔ انکی ساری مرتب کردہ سوانح ہائے حیات پڑھ جایئے آپکو کسی بھی جگہ " میں نے کہا، میں بتاتا ہوں، میرا خیال ہے، اور میرے نزدیک " جیسے جملے نظر نہیں آئیں گے اگرچہ ضرورت پڑی تو اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایک خادم نے عرض کیا...... ایک مسافر نے محسوس کیا...... ایک شریک مجلس کا یہ احساس تھا...... غرض یہ کہ انکار ذات جو اعلیٰ ترین شکل ہے وہ ان کی تحریروں میں ملتی ہے۔

جدید مسائل، مولانا کی قلم کا دوسرا بڑا ہدف تھا۔ انہوں نے براہ راست تہذیبی تمدنی اور معاشرتی مسائل اور جدید تحریکوں پر لکھا ' ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین ' میں انہوں نے مسلمانوں کے زوال کے عالمی اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۵۰ء میں قاہرہ سے چھپی، اب تک اسکے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب سعودی عرب کے کالجوں میں نصاب تعلیم میں شامل ہے اسکے اردو، فارسی انگریزی، انڈونیشائی اور ترکی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

عرب دنیا کو انہوں نے اسمعوها صريحة منى ايهاالعرب ...... (عربوں سے صاف صاف باتیں) لکھ کر مخاطب کیا، اسلام اور مغرب کے مابین ہونے والی کشمکش کو انہوں نے اپنی کتاب العسراء بين الفكرة الاسلامية والغربيه (اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش میں پیش کیا۔ جدید فتنوں پر بھی ادیبوں نے بہت کچھ لکھا، جن مین قادیانیت اور ردة و لا ابا بكر لها (طوفان اور اس کا مقابلہ) قابل ذکر ہیں۔ مولانا کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد جو اردو میں لکھیں۔ تین سو کے قریب ہے جسکی خاص بات یہ ہے کہ مولانا نے ہر سطح کے لوگوں کیلئے لکھا۔ جسمیں نوجوان بھی شامل ہیں بچے بھی، عورتیں بھی اور مرد لوگ بھی، وہ اس صدی کے پہلے ہندی مسلمان ہیں جنہوں نے براہ راست عربی میں سوچا اور عربی میں لکھا اور عربی کو براہ راست مخاطب کیا انکی صف سے زائد تعارف عربی زبان میں ہے۔

اسی لئے بہت سے عرب مولانا کو عجمی نہیں بلکہ عرب خیال کرتے ہیں یہ بات کسی حد تک ٹھیک بھی ہے اس لئے کہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے 'عرب' ہی کے باشندے ہیں۔

مولانا کی شخصیت، سادگی، اور اخلاص کا پیکر اتم تھی...... عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے سمینار منعقدہ ۲۴۔۲۵ اکتوبر ۱۹۹۷ میں تشریف لائے توانکو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، مولانا میں تصنع اور بناوٹ نام کی چیز سرے سے موجود نہیں تھی۔ وہ صحیح معنوں میں اسلاف کی یادگار تھے۔ کرتا پاجامہ اور سر پر قدیم وضع کی ٹوپی انکا لباس تھا انکی سادگی سے کوئی شخص یہ نہیں جان سکتا تھا کہ اس حلیے میں دنیا کا ایک عظیم سکالر اسکے روبرو موجود ہے۔

مولانا کی خدمات کے صلے مین سعودی عرب نے شاہ فیصل ایوارڈ دیا۔ اور متحدہ عرب امارات نے انہیں اعلیٰ ترین "عالم اسلام" ایوارڈ سے نوازا۔ لیکن مملکت خداداد پاکستان کے ایوانوں سے انہیں...... کوئی نمایاں ایوارڈ تو کجا انکی خدمات کا صحیح معنوں میں ملکی سطح پر اعتراف بھی نہیں کیا گیا۔

مولانا پاکستان اور اہل پاکستان سے بڑی محبت رکھتے تھے وہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ تصور کرتے تھے جب وہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تحت ہونے والے بین الاقوامی سمینار میں لاہور تشریف لائے اور پانچ روز لاہور میں مقیم رہے...... اس عرصے میں انہوں نے ارباب رابطہ کے ذریعے صدر پاکستان سردار فاروق احمد خان لغاری اور وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف سے ذاتی ملاقات کیلئے وقت طلب کیا...... صدر پاکستان سردار فاروق احمد خان لغاری اگرچہ اپنا وقت نکال کر رابطے کے افتتاحی سمینار کے افتتاح کیلئے تشریف لائے تھے لیکن چونکہ ان دنوں صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اقتدار کیلئے رسہ کشی زوروں پر تھی اس لئے وہ مولانا سے ملاقات کیلئے وقت نہ نکال سکے۔ مولانا سید رابع حسنی ندوی نے جو مولانا کے نواسے اور انکے علمی وارث ہیں، بتایا کہ مولانا ہمارے حکمرانوں کو نفاذ اسلام کے لئے مفید مشورے دینا چاہتے تھے لیکن ہمارے حکمرانوں کے پاس وقت نہیں تھا...... اب وہ قیمتی مشورے کون دے گا؟ پاکستان اور اہل پاکستان کے لئے حرم میں بیٹھ کر دعائیں کون کرے گا؟......

ہے مکرر لب ساقی پہ صدا میرے بعد

☆☆☆☆☆☆☆☆